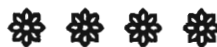


- ۱۱ سید سلیمان ندوی، حیات شعلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء، ص: ۸۳-۸۵
- ۱۲ ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ (سر سید نمبر) اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص: ۳۶، مضمون: مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور سر سید احمد خاں ۱۳ موج کوثر، ص: ۱۹۵
- ۱۴ ماہنامہ تہذیب الاخلاق، علی گڑھ (سر سید نمبر) اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص: ۳۶
- ۱۵ نور الحسن راشد کاندھلوی، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال و آثار و باقیات و متعلقات، مکتبہ نور، کاندھلہ، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۷۹
- ۱۶ حیات جاوید، ص: ۷۴۹ ۱۷ ایضاً، ص: ۷۰۶
- ۱۸ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال و آثار و باقیات و متعلقات، ص: ۱۷۸
- ۱۹ مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حالات جناب طبیب مولوی محمد قاسم مرحوم، ۱۲۹۷ھ، بحوالہ: قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال و آثار و باقیات و متعلقات، ص: ۱۷۸-۱۷۹
- ۲۰ محمد سلمان منصور پوری، تحریک آزادی ہند میں مسلم علماء اور عوام کا کردار، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۵۸
- ۲۱ سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، ج: ۵، ص: ۶۲، بحوالہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی: حیات اور کارنامے، ص: ۶۰
- ۲۲ عاشق الہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید، مکتبہ اشغ، سہارن پور، ص: ۳۲
- ۲۳ ارواحِ ثلاثہ، ص: ۱۹۶، بحوالہ: سوانح قاسمی، ج: ۱، ص: ۲۶۴-۲۶۵
- ۲۴ موج کوثر، ص: ۸۰ ۲۵ ایضاً، ص: ۱۹۳-۱۹۴
- ۲۶ محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۷ء، ص: ۹۸ (حاشیہ)
- ۲۷ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی: احوال و آثار و باقیات و متعلقات، ص: ۱۸۲
- ۲۸ کریم الدین پانی پتی، تذکرہ فرامدالہ ہر، بحوالہ: جتہ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی: حیات، افکار، خدمات، (مجموعہ مقالات سیدنا) تنظیم ایٹانے قدیم دارالعلوم دیوبند، دہلی، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۹۴
- ۲۹ مولانا محمد قاسم نانوتوی: حیات اور کارنامے، ص: ۵۰- مزید دیکھئے: سر سید احمد کی مشہور زمانہ کتاب 'آثار و تصانیف'، کاچوٹھا باب
- ۳۰ جتہ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی: حیات، افکار، خدمات، ص: ۵۳۳
- ۳۱ سید محمد میاں، علماء ہند کا شاندار ماضی، کتابستان، دہلی، ج: ۴، ص: ۲۶۰
- ۳۲ موج کوثر، ص: ۲۶۷-۲۶۸- سوانح قاسمی، ج: ۳



کتاب ”سیرت سلطان ٹیپو شہید“
جناب محی الدین خان *

کتاب ”سیرت سلطان ٹیپو شہید“ پر ایک نظر

مؤلف مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ پر اب تک بے شمار کتابیں فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان میں بہت سی کتابیں خود انگریزی مورخین کی بھی ہیں جو نواب حیدر علی خان بہادر، شہید ملک و ملت ٹیپو سلطان اور سلطنت خداداد کے سخت مخالف اور دشمن تھے جن کے ہاتھوں ہی سلطان کی شہادت اور سلطنت کا زوال بھی ہوا تھا۔ سلطان کی شہادت کے بعد پہلی جامع، مفصل اور مستند کتاب سید میر حسین علی کرمانی کی ”نشان حیدری“ فارسی زبان میں منظر عام پر آئی۔ کرمانی سلطنت خداداد کے بانی نواب حیدر علی اور سلطان شہید کا معاصر ہی نہیں بلکہ سلطنت خداداد کا نمک خوار بھی تھا۔ اس کتاب کے بعد جتنی بھی کتابیں نواب حیدر علی و سلطان شہید پر منظر عام پر آئیں ان سب کا یہی کتاب ماخذ و مرجع رہی۔

اس کے بعد سب سے زیادہ مستند و مقبول کتاب محمود خان محمود بنگلوری کی ”تاریخ سلطنت خداداد“ جو ۱۹۳۵ء کو منظر عام پر آئی۔

زیر بحث کتاب ”سیرت سلطان ٹیپو شہید“ جس میں مصنف نے یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ ”سلطان شہید کی زندگی سے متعلق بعض اہم گوشے ایسے بھی تھے جس پر اب تک کسی بھی کتاب میں تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی تھی اور وہ پہلو اس (ٹیپو سلطان) کے داعی و مبلغ اسلام اور ایک داعی حق ہونے کا تھا، اب تک کی تمام موجودہ کتابوں میں اس کو صرف بحیثیت ایک کامیاب حکمران، ذہین سیاستدان، قابل منتظم اور بہادر سپہ سالار کے روپ میں پیش کیا گیا تھا“

دوسرا دعویٰ ”میر کرمانی اور محمود خان بنگلوری نے اپنی کتابوں میں بعض غیر مصدقہ روایات و واقعات کو جگہ دی ہے اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے کسی معقول یا مضبوط حوالہ کی بجائے صرف اس طرح کے الفاظ استعمال

کرنے پر اکتفا کیا ہے ”مشہور ہے“ ”کہا جاتا ہے“ ”مقامی روایت ہے“ ان کو بنیاد بنا کر اہل نوائٹ کو معتب و معطلون کیا ہے یہ کہاں کی دیانت داری ہے۔ اہل نوائٹ سے متعلق اکثر الزامات کے حوالے مقامی روایات ہیں۔ مثلاً محمود بنگلوری اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”جب انگریزوں نے (میسوری کی آخری جنگ میں) قلعہ کا محاصرہ کیا تو اہل نوائٹ کے گھروں سے انگریزوں کو پلاؤ اور مٹھائی تقسیم کی جارہی تھی۔“ اور خود کہتے ہیں کہ یہ مقامی روایت ہے جس کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے کہ ”سلطان ٹیپو بدرالزماں کی لڑکی سے اپنے برادر نسبتی برہان الدین کا نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن اس لڑکی نے اس رشتہ کو غیر اہل نوائٹ ہونے کی وجہ سے اپنی توہین سمجھ کر اسی رات خودکشی کو ترجیح دی۔“

تیسرا دعویٰ: ”میسوری کی آخری جنگ میں جب فرانسیسیوں نے دارالسلطنت کے انگریزوں کے محاصرہ کے بعد سلطان ٹیپو کو قتل درگ چلے جانے کا مشورہ دیا تو بدرالزماں خان ناٹھ نے یہ کہہ کر سلطان کو روک دیا کہ اس وقت آپ کے جانے سے پوری فوج میں بددلی پھیل جائے گی۔ اس لئے فوجی حکمت عملی کے تقاضے کے تحت آپ کی موجودگی بے حد ضروری ہے۔ اس کے اس مشورہ کو ہم کیونکر اس کی بددلی پر محمول کر سکتے ہیں جو رائے اس نے پیش کی وہ حقیقت پر مبنی تھی اور سلطان نے بھی اس مشورہ کو مخلصانہ سمجھ کر قتل درگ جانے کیلئے اپنے ارادہ کو منسوخ کر دیا۔ لیکن ہم ان سب چیزوں کے باوجود اس کا بھی فیصلہ نہیں کرتے کہ بدرالزماں خان واقعی ذاتی طور پر اپنے دل سے بھی سلطان کا مخلص اور خیر خواہ تھا۔ لیکن جب تک اس کے متعلق غداروں کے واضح ثبوت ہمیں نہیں ملتے اس کو ہم بے وفا ثابت کرنا دیانت داری و انصاف کے اسلامی اصولوں کے منافی سمجھتے ہیں۔ جہاں تک سوال ہے اس (بدرالزماں) کی ایک دفعہ نظر بندی کا تو جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ سب کھیل میر صادق نے اس سے اپنی ذاتی دشمنی کی بناء پر کیا تھا جس طرح اس نے ملک جہان خان کو فلفلہ الزامات لگا کر سلطان کی شہادت تک مقید رکھا تھا اس طرح کی ذلیل حرکتیں اپنے عہدہ و منصب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر میر صادق کسی سے اپنی ذاتی دشمنی نکالنے کیلئے ہمیشہ عادی تھا۔ اس لئے صرف اس کی نظر بندی کو بنیاد بنا کر اس کی سلطان سے بے وفائی یا غداروں کی ثابت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔“

میر حسن علی کرمانی کی کتاب ”نشان حیدری“ کے تتمہ میں جو تاریخ درج ہے وہ ۱۳ فروری ۱۸۰۳ء ہے جو سلطان کی شہادت (۵/ مئی ۱۷۹۹ء) کے صرف چار سال بعد کی ہے۔ ممکن ہے اشاعت آٹھ سال بعد ہوئی ہو۔ یہ بھی درج ہے کہ یہ کتاب سلطان کے شہزادوں یا ایک شہزادے کے اصرار پر لکھی گئی تھی۔ نیز اس کتاب کو مصنف نے اپنی بے انتہاء مصروفیت، کثرت مشاغل، سفر و حضر کی مشکلات کے باوجود مکمل کیا ہے۔ یہ مصنف کا خود ساختہ دعویٰ اور کرمانی پر بہتان ہے کہ ”کرمانی نے اپنی کتاب سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے حکم و اصرار پر کلکتہ میں اپنی نظر بندی کے دوران لکھی تھی۔“ کرمانی کی انگریزوں کے پاس نظر بندی سے متعلق صرف جناب محبت الحسن نے اپنی کتاب

”تاریخ ٹیپو سلطان“ میں تحریر تو کیا ہے مگر اس کا کوئی مستند حوالہ نہیں دیا ہے۔

محمود خان بنگوری جو سلطان شہید کے پڑوسی ہیں اپنی کتاب (تاریخ سلطنت خداداد) میں سلطان کے موافقین و مخالفین کی کتابوں کو کھگانے اور تمام کھرے کھوٹے حقائق و واقعات کی ممکنہ حد تک جانچ پڑताल کرنے کے علاوہ خصوصاً سرگنا پنٲم کے ان اجزائے ہوئے تاریخی مقامات کا مجسٲم دید مشاہدہ ومطالعہ کرنے کیساتھ ساتھ مقامی باشندوں خصوصاً معمر بزرگوں سے مل کر صحیح حقائق وواقعات کا ادراک کیا ہے۔ جس وقت ۱۹۳۵ء اس کتاب کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا سلطنت خداداد کے زوال کو صرف ۱۳۵ سال کا عرصہ گزرا تھا۔ (۱۳۵ سال میں سے ۸۰/۷۰ سال جن معمر بزرگوں سے محمود خان نے ملاقات کی ہے وضع کردیئے جائیں تو بمشکل ۶۰/۵۰ سال پرانے واقعات)عوام الناس کو باپ‘ دادا سے سن کر محفوظ رکھنا‘ کچھ بعید از قیاس نہیں:- جبکہ بعض معمولی معمولی قسم کے حقائق وواقعات صدیوں تک نسل درنسل بیان ہوتے رہتے ہیں چہ جائیکہ ایسے مشہور ومعروف واقعات۔ مولا حکیم عبدالحئی حسنی سابق ناظم ندوة العلماء لکھنوؒ نے اپنی کتاب ”ہندوستان اسلامی عہد میں“ میں کئی جگہوں پر جن تاریخی مقامات وواقعات کا ذکر کیا ہے اس میں بھی ”مشہور ہے“ اور” کہا جاتا ہے کہ“ جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً بابری مسجد کے بارے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ ”یہ مسجد بابر نے اوجودھیما یل تعمیرکی تھی“ جسے ہندو راجندر جی کی جائے ولادت “ کہتے ہیں۔“ ان کی بیوی سیتاکا واقعہ مشہور ہے“ ”کہا جاتا ہے“ کہ سیتاکا یہاں ایک مندرتھا۔۔۔۔۔“جب یہ اور اسی طرح دوسرے مؤرخین کی کتابیں بھی ہیں تو کرمانی اور محمودخان کی کتابوں ہی سے ایسا ناروا سلوک کیوں؟ حالانکہ کرمانی نے اپنی کتاب میں کسی بھی جگہ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں اور نہ ہی اس کو اس کی ضرورت ہی تھی؛ کیونکہ وہ خود اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے دور کے حقائق وواقعات بیان کر رہا ہے۔

مصنف کا یہ کہنا کہ کرمانی اور محمود خان نے اپنی کتابوں میں بعض غیر مصدقہ روایات و واقعات کو جگہ دی ہے اور مقامی روایات کو بنیاد بنا کر اہل نوائط کو مستتب و ملعون کیا ہے یہ کہاں کی دیانتداری ہے؟ اس کا کیا مطلب؟ کیا ان دونوں کتابوں میں موصوف کو صرف اہل نوائط ہی کے متعلق غیر مصدقہ روایات نظر آئے؟ خود انگریزی مؤرخ کرنل وکس نے اپنی تاریخ مرتب کرنے میں بدرالزماں ناطہ سے (جو کہ سقوط سرنگا پٹم کے بعد بھی ایک عرصہ تک انگریزوں کے کنٹرول پر زندہ رہا) بہت مدد لی ہے، لیکن ساتھ ہی وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ اس (بدرالزماں) کی باتوں میں سچائی نہیں ہوتی تھی۔ آخر کیا بات ہے کہ تمام مورخین ہاتھ دھو کر اہل نوائط کو بدنام کرنے میں جٹ گئے ہیں۔ انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جہاں جہاں اور جن جن افراد کے بارے میں بھی آپ کی نظر میں جو غیر مصدقہ روایات و واقعات جگہ پا چکے ہیں ان سب کی نشاندہی کرتے۔ یہاں پر بھی مصنف کا یہ بہتان ہے کہ کرمانی نے مقامی روایات کو بنیاد بنایا ہے۔ اس طرح کا ایک لفظ یا ایک روایت بھی اس کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

جہاں تک بدراثر ماں ناطہ کی غداری کا مسئلہ ہے اس کی اس نظر بندی (قید) سے بھی بڑا اور کوئی ثبوت چاہیے؟ کیا یہ ایک ثبوت ناکافی ہے؟ خود میر صادق کو سلطان شہید نے ایک مرتبہ نظر بند کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان ہی نے اس کو رہائی دے کر دوبارہ اسی عہدہ پر بحال کر دیا بلکہ بعد میں مزید اس سے بھی بڑا عہدہ (وزیر اعظم) تفویض کئے جانے کے باوجود اس نے سلطان سے صرف اس نظر بندی کا بدلہ برابر نمک حرامی سے لیتا رہا اور سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی مردود و ملعون بنا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے افراد کی مثالیں ہیں جن کو سلطان نے مختلف وجوہات کی بنا پر صرف ایک ہی مرتبہ نظر بند کیا تھا، جیسے میر قمر الدین غلام علی ننگڑا اور میر قاسم علی وغیرہ بعد میں رہائی دے کر دوبارہ ان کو ان کے سابقہ عہدوں پر بحال کئے جانے کے باوجود انہوں نے سلطان سے نمک حرامی کی۔ دوسروں کی غداری کے اثبات کیلئے ان کی صرف ایک مرتبہ کی نظر بندی کافی ہے تو بدراثر ماں خان کیلئے اتنا ہی ثبوت ناکافی کیوں؟ اس کے برعکس مرہٹی بھگوڑا نو مسلم ملک جہاں خان (ڈوہڑ یاداغ) کو آخری وقت یعنی سقوط سرنگا پٹم ایک طویل عرصہ تک نظر بند رکھے جانے کے باوجود اس نے زوال سلطنت کے دن وہاں سے گلو خلاصی حاصل کر کے سلطان ٹیپو کے بڑے شہزادے فتح حیدر سلطان سے (جو کہ سقوط سرنگا پٹم کے وقت کری گڑ کی پہاڑی کے اس پار تھا) مل کر انگریزوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالنے بلکہ ان کے خلاف برسر پیکار کھینے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر شہزادے نے بعض وجوہات کی بناء پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے باوجود اس نمک حلال جہاں خان نے بچے کچے مٹھی بھر جنگجوؤں کو ساتھ لے کر دوڑھائی سال تک ایک مستقل عذاب کی طرح دشمنان سلطنت خدا داد انگریزوں کو اور مرہٹوں کا ناک میں دم کئے ہوئے تھا، اس کو کہتے ہیں نمک حلالی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک سلطان ٹیپو کے نمک حلال جاٹاروں کا تعلق تھا سب نے مع فرانسیزیوں کے ایسے نازک وقت میں سلطان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ خاموشی سے نکل کر چل درگ روانہ ہو جائیں۔ اس کے برعکس جتنے بھی نمک حرام اور آستین کے سانپ غدراں جیسے میر صادق، پورنیا، بدراثر ماں ناطہ، غلام علی ننگڑا، میر معین الدین اور میر قمر الدین انہوں نے سلطان کو ہر ممکن طریقے سے روکنے ہی کی کوشش کی تاکہ در پردہ انگریزوں سے ان کی جو پلاننگ تھی اور ان کے ناپاک ہاتھوں توڑی سی حقیر جائیداد یا چند سکوں کی خاطر بک چکے تھے کہیں فیل نہ ہو جائے اور سارے کئے کرائے پر پانی نہ پھیر جائے۔

یہاں پر قابل مؤرخ نے صرف بدراثر ماں کی غداری کو اس کے خیر خواہ یا بدخواہ ہونے کے فیصلہ کو اللہ کے سپرد کر کے تیسری جنگ میں میر صادق و پورنیا کا رول نبھانے والے سب سے بڑے نمک حرام و ملت فروش دیوان مہدی علی ناطہ (سابق وزیر اعظم) کی کھلی غداری سے اس کو مراد آباد کا مسلا کا شیعہ ہٹلا کر آگے بڑھ گئے ہیں۔ جبکہ تاریخ میں متفقہ طور پر اس کا اہل نواٹہ سے ہونا ثابت ہے، تیسری جنگ میں جب سرنگا پٹم محصور ہو گیا تو اس احسان فراموش

نے عید گاہ کا مورچہ جو اسی کے سپرد تھا اس قیامت خیز ہنگامے کے باوجود سلطان کے حکم کے بغیر ہی فوج میں ماہانہ تنخواہوں کی منادی کر کے مقابلہ کئے بغیر ہی انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ بدرازاں نے تو صرف سلطان کو چل درگ نہ جانے کا مشورہ دیا تھا جب کہ مہدی علی نے ایک اہم مورچہ بغیر کسی مزاحمت کے یونہی چھوڑ دیا۔ نیز جنگی آلات و اوزار کے داروغہ کو اپنی مٹھی میں کر ”سن“ اور ”مٹی“ کے گولے تیار کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ اس سے فرنگیوں کا جانی نقصان نہ ہو (چوتھی جنگ میں میر صادق و پورنیا نے بھی یہی کار آمد طریقے اپنائے تھے) اس معرکہ سے قبل ہی جاسوسی اور غداری کا راز فاش ہو جانے کی وجہ سے بہت سے غداروں کو مثلاً سید امام لال خان، بخشی، میر نذر علی موکبدار اور اس کا بھائی اسماعیل خان رسالدار وغیرہ تنگم سلطانی موت کے گھاٹ اترا دیا گیا اس کے باوجود سلطنت میں سلطان کے بعد سب سے بڑا عہدے دار ہونے کے اس تنگ آدم مہدی علی ناٹھ نے اتنی بڑی غداری کی۔ کرمانی نے لکھا ہے کہ ”سلطان نے ان سازشوں اور غداروں کی تحقیقات شروع کرائی جن کی وجہ سے یہ شرمگاہ برپا ہوا تھا“ جب تمام عہدہ داروں، ملازموں اور ساہوکاروں کے اعمال کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ ساری سازش سلطان کے مدارالمہام (وزیراعظم) مہدی علی خان ناٹھ کی برپا کی ہوئی تھی۔ وہ چند کرناٹکی ساہوکاروں اور دوسرے تنگ حراموں کے ساتھ درپردہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا اور اپنے آقا کے ناموس و خانوادہ کو برباد کر دینا چاہتا تھا، چنانچہ اس تنگ حرام نے نظم و نسق کے سارے شعبوں اور ذخائر میں اتھری پھیل رکھی تھی یہاں تک کہ اکثر توپوں کو عین لڑائی کے وقت اس بد بخت نے ریت اور مٹی سے بھر دیا تھا۔ اس لئے توپچی موقع پر ان کو استعمال کرنے سے معذور رہ گئے تھے۔ اس تحقیقات کے بعد جتنے اشخاص مجرم ثابت ہوئے سلطان کے حکم سے ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا اور ان خانہ خرابوں کا مال و متاع، گھر بار ضبط کر لیا گیا۔“

قابل مصنف اپنے پرکھوں کو غداری کے کلنگ سے بچانے اور معصوم ثابت کرنے کیلئے کھلی دھاندلی، علمی بددیانتی اور اپنی مرضی کے مطابق واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے معصوم افراد کو ظلم ٹھہرا رہے ہیں۔ آخر یہ کہاں کی دیانتداری اور کون سے اسلامی اصولوں کے تحت ہے؟ قابل مصنف بدرازاں کو غداری کے کٹھنرے سے نکال کر ان چند ناقابل فراموش جاٹاروں کے کٹھنرے میں لاکھڑا کر اس کے حق و ناحق پر سرفی قائم کر کے فیصلہ اللہ کے سپرد کر رہے ہیں تو مہدی علی کی اتنی بڑی غداری کو غداروں کے کٹھنرے میں لاکھڑا کئے اور اس پر سرفی قائم کئے بغیر فیصلہ کس کے سپرد کر رہے ہیں؟ مصنف کا یہ کہنا کہ اگر سلطان کو مجموعی طور پر اس قبیلہ (اہل نوانٹل) پر بھروسہ نہیں ہوتا تو وہ اپنی حکومت کے اعلیٰ فوجی و مذہبی مناصب پر انہیں کیسے بحال رکھتا؟ پہلی بات: تاریخ شاہد ہے اور مصنف بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ حیدر علی کے مقابلے سلطان ٹیپو کنتا رحم دل اور بردبار شہنشاہ تھا۔ معافی مانگ لینے پر وہ غداروں کو بھی معاف کر کے دوبارہ اسی عہدہ پر بحال کر دیتا، بلکہ بعض مرتبہ اس سے بھی بڑا عہدہ ان کو تفویض کر دیتا تھا۔ جس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ دوسری بات: میر صادق سے پہلے مہدی علی ناٹھ ہی دیوان (وزیراعظم) تھا جو غداری ثابت ہونے کے بعد اس عہدہ

سے معزول کر دیا گیا۔ بقول کرمانی ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور بعض مورخوں کے مطابق مہدی علی کے نسب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو صرف عہدے سے معزول کیا گیا۔ اب رہا بدرالزماں تو اس سے غداری بالکل آخری وقت میں ظاہر ہوئی ہے۔

تاریخ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سلطان سے اہل نوائٹ کی غداری بدرالزماں کی بیٹی سے سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین سے شادی (۱۷۸۴ء) ہو جانے کے بعد اس کے غیر کفو ہونے کی وجہ سے دلہن کی خودکشی (بقول کرمانی بدرالزماں کی دخترکشی) کے بعد ہی سے شروع ہو چکی تھی اور وہ سلطان سے اس کا بدلہ لینے کیلئے بے قرار اور درپردہ انگریزوں سے مل گئے تھے۔ اسی بنیاد پر مہدی علی نائٹ نے تیسری جنگ (۱۷۹۲ء) میں بغیر مقابلہ کے اپنا محاذ انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ اب آخری معرکہ (۱۷۹۹ء) میں پلاؤ اور مٹھائی سے اپنے کرم فرماؤں اور قید سے چھٹکارا دلانے والے نجات دہندوں کی خاطر تواضع کی جائے تو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ یہ تو حقیقت ہے کہ بغیر آگ کے دھواں نہیں اٹھتا تو بغیر سازش اور خاطر تواضع کے مقامی طور پر اس کا چرچہ بھی نہیں ہوتا۔

تاریخ میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ زوال سلطنت کے بعد غداری کے صلے میں پنڈت پورنیا (دیوان میسور کا عہدہ) میر قمر الدین (گرم کنڈہ کی جائیداد) غلام علی لنگڑا، محمد رضا خلیب، چند میر میراں بدرالزماں خاں نائٹ اور غلام علی بخشی وغیرہ باقاعدہ انگریزوں سے حسن خدمات کے صلہ میں اپنا حق سنی اور ماہانہ مشاہرے بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اور تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ غداروں نے جو غداری کی تھی اس کا صلہ وہ سلطان کی شہادت کے چند ہی گھنٹوں میں اپنی آنکھوں کے سامنے ہی پالیا۔ ایک خدائی تہرہ انتقام تھا جو فوراً اسی وقت قدرت کی طرف سے لیا گیا۔ گورے بھیڑیوں کی شکل میں ایک طوفان بدتمیز تھا جو مسلسل چار دن تک اہالیان سرنگاپٹم خصوصاً ان اونچی اونچی حویلیوں میں رہنے والوں کا مال و زر عزت و وقار عورتوں کی عصمت و ناموس تک کو بہا لے گیا۔ سب کچھ ان غداران قوم و ملت کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ ان چار دنوں میں وہاں پر جو کچھ بھی ہوا اس سے انسانیت کی روح بھی شرمائی۔ اس سے سرنگاپٹم کا شاید ہی کوئی گھر (سوائے شاہی گھرانے کے) محفوظ رہا ہو۔ ایسے مواقع پر سب سے پہلے بڑے بڑے گھرانے ہی اس کا نشانہ بنتے ہیں۔ اہم گھرانوں پر فوجی پہرہ لگا دینے کے باوجود خود محافظ ہی درندے بھیڑیے اور لٹیرے بن گئے۔ مجبوراً انگریز جنرل کو خود اپنے ہی چند سپاہیوں کو بطور عبرت تختہ دار پر لٹکانے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

جہاں تک بدرالزماں نائٹ کی بیٹی سے ٹیپو سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین کی شادی کا تعلق ہے وہ شادی ہو جانے کے بعد اسی رات دلہن نے خودکشی کی تھی۔ یہاں پر مسئلہ بدرالزماں نائٹ کی بیٹی کا سلطان ٹیپو سے یا ان کے کسی شہزادے سے شادی کا نہیں بلکہ سلطان کے نسبتی برادر برہان الدین کا تھا جو کہ الہ میاں شہید چرکولی کا بیٹا تھا اور اہل